بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اس مرتبہ ہم احوالِ عالم پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ اسلام اور مسلمانوں کو کیا درپیش ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تحریکوں کے کارکنوں کو فتوحات کی خبریں فطری طور پر پسند ہوتی ہیں، مگر حقائق و واقعات کا رنگ اگر دوسرا ہو تو ناخوشگوار اُمور پر بھی پوری نگاہ ہونی چاہیے کہ خوش فہمیوں کی وجہ سے اطمینان کی کیفیت بالعموم عمل کی رَو اور تصادم کے جذبے کو کمزور کر دیتی ہے۔ وقتاً فوقتاً مخالفانہ قوتوں کی پیش قدمیوں اور دراز دستیوں سے آگاہ ہونے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان و عزم زیادہ سرگرمی سے معرکہ آرا ہوتے ہیں۔ ہمیں اندازہ ہونا چاہیے کہ کیسی دُنیا میں رہ کہ کام کر رہے ہیں اور کیسی کیسی شر و فساد کی قوتیں ہمارے درپے ہیں۔

تحریکی مساعی کی تاریخ ——— اور خصوصاً اسلامی جد و جہدِ انقلاب کی قرآنی داستانوں اور بعد کی تاریخی مثالوں پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ سلسلہ کسی ایک ہی ہلّے سے سر نہیں ہوا کرتا بلکہ بار بار ایسے اُتار چڑھاؤ واقع ہوتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر اندازے کچھ لگائے جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ اور نکلتا ہے۔ جمی جمائی حکومتوں، قومیتوں، تحریکوں اور تسلط پائے ہوئے نظریوں کو اُکھیڑ پھینکنا ایسا کھیل تو ہے نہیں کہ جیسے ایک جڑی بوٹی کو زور سے کھینچا اور وہ نکل آئی۔ بڑے بڑے قوت کے محاذوں کو چیلنج کرنے کے لیے ایک قلیل سی تعداد، ناکافی ذرائع و وسائل کے ساتھ دُنیا کے کسی دورِ علم و شعور کے لحاظ سے ایک اجنبی نظریے کا علم لہراتی ہوئی اُٹھتی ہے۔ اس کا جادۂ جد و جہد لمبا اور مسلسل راستہ ہوتا ہے۔ جس میں جگہ جگہ رکاوٹیں، مزاحمتیں، مصائب اور حوصلہ شکن آزمائشیں پیش آتی ہیں اور حالات کا تیزی سے ادل بدل ہوتا ہے، ہر نیا مرحلہ نیا رویہ چاہتا ہے۔

اس وقت ایک طرف لادینی تہذیب اور نفیِ خدا پر مبنی فلسفوں کی علمبردار قوموں کی بڑی بڑی قوتیں اسلام کو اس بنا پر خطرناک سمجھتی ہیں کہ ماضی میں وہ ان کے عزائمِ بد کے لیے بہت مزاحم رہا ہے۔ حال کے لحاظ سے وہ آہستہ آہستہ ایک چیلنج بن کر اُبھر رہا ہے۔ ان کے ماننے والوں میں نئی حرکت اور غلط افکار و اطوار کے لیے ایک نئی مزاحمت پائی جاتی ہے۔ ہر طرف کان کھڑے ہو گئے ہیں اور ناکوں کے نتھنے خطرے کی بو سونگھنے کے لیے پھڑک رہے ہیں۔ نگاہیں دوربینیں بن کر افق کے قریب کسی نئی قوت کو پیش قدمی کرتے دیکھ رہی ہیں ——— اس میں کچھ حقیقت بھی ہے، مگر زیادہ نفسیاتِ وہم و خوف۔

تیسری طرف کم سے کم ایک بات ان ممالک میں بھی شدت سے محسوس کی جانے لگی ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے، یہ انوکھی اقلیت دوسری اقلیتوں کے بخلاف اکثریتی معاشرے میں ضم ہونے اور ہر قسم کے نظریوں اور حکومت کے نظاموں سے والہانہ ہم آہنگی کے لیے تیار نہیں ہے۔ لہٰذا مسلم اقلیتوں کو بھی سخت آزمائش درپیش ہے۔ کمال یہ ہے کہ ایسے حالات میں بھی ہاتھ پاؤں مارنے سے باز نہیں آتے۔ کم سے کم یہ ایک بڑی علامتِ ایمان ہر جگہ پائی جاتی ہے۔

آپ سابق انبیا علیہم السلام کے ادوارِ دعوت و کشمکش کو چھوڑ کر اگر صرف پیغمبر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی و جہد پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ مخالفت و مزاحمت کے کئی ادوار یکے بعد دیگرے آئے ہیں۔ مکہ کا ابتدائی دورِ اذیت و تعذیب، پھر ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ حبشہ کے بعد مزید ستم شعاریاں، شعبِ ابی طالب، سفرِ طائف کا کرب، قریش کا منصوبۂ قتل، پھر ہجرتِ مدینہ۔ ہجرت کے ساتھ ہی قریش کی طرف سے جنگوں کا سلسلہ۔ مگر انہیں طوفانی گردابوں سے نکل کر اسلام کی کشتی ساحلِ مراد کو پہنچی۔ حالات کی سنگینی کا درجۂ تکمیل تک جا پہنچنا بعض اوقات کامیابی کا اشارہ ہوتا ہے۔

ع مرد باید کہ ہراساں نہ شود

برطانیہ میں مسلمانوں کو جو حالات درپیش ہیں، ان کے سلسلے میں بڑا اہم مسئلہ تعلیم کا ہے۔ سرکاری سکولوں کی نصابی کتابوں میں بغیر اس کا لحاظ کیے کہ اب خاصی تعداد میں مسلمان بچے بھی داخل ہوتے ہیں، بعض تکلیف دہ باتیں شامل ہیں جن کو پڑھاتے ہوئے مسلمان بچوں کے ذہنوں کو ماؤف کیا جاتا ہے۔

مثالیں:۔

۔"لیکن بیسویں صدی کی ترقیات نے کئی نئی اُلجھنیں کھڑی کر دی ہیں۔ کسی شخص کا حیا۔ شادیاں کرنا، عورتوں کا نقاب پہننا، دن میں پانچ وقت کی نمازیں پڑھنا، ہم ہفتوں کے لیے روزے رکھنا، یہ ساری چیزیں لگے وقتوں کی پُرسہولت زندگی میں کسی شخص کے لیے مناسب ہوسکتیں تھیں۔ لیکن اب شہروں کی جدید زندگی میں کیسے شامل ہوسکتی ہیں"۔ (الیف، جی، ہیرڈ ـــــ ورلڈ ریلجین)

۔"یہودیوں کے اسلام قبول نہ کرنے کے ردِّ عمل سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں غیظ و غضب کی لہر اُٹھی ہو مدینہ سے بہت سے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا گیا اور کئی دوسروں کو قتل کر دیا گیا" (الیف، ہا بلے ـــ مُسلمز اینڈ اسلام)۔

۔"پیغمبر علیہ السلام کا پیدائشی نام نعوذ باللہ (K O T H A N) تھا۔ (اس لفظ کا صحیح تلفظ معلوم نہیں کیا ہے۔ ایڈیٹر) اور ایک مریضانہ حالت رکھنے والے بچے کی حیثیت سے بحالی صحت کے لیے انہیں قصبہ (مکہ) سے دُور بھیج دیا گیا تھا"۔ مزید لکھا ہے کہ "کعبہ ایک پتھر ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُسے ابراہیم علیہ السلام مکہ میں لاتے تھے"۔ (الیف۔ایچ۔ایم، میٹ اینڈ وے ڈبلیو زمرین ریلیجیز آف دی ورلڈ)۔

۔ مسلمانوں کو لیرا قرار دیا جانا۔ (ڈک ورمتھ ـــ محمد اینڈ دی عرب امپائر)

یہ الگ بات ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنے ذاتی اختلاف، عناد اور تعصب کو ظاہر کرنے کا حق ہے۔ مگر یہاں مسئلہ وسیع اور جبری تعلیم کا ہے (یعنی مختلف مذاہب کے بچے شریک ہیں)۔ کسی کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمان بچوں کو اسلام کا غلط تصور دلائے اور اُسے دَورِ حاضر میں ناقابلِ عمل قرار دے۔ آج انگریزی زبان میں انگلینڈ کا مطبوعہ بھی اور باہر سے جانے والا مستند انگریزی لٹریچر بھی بچوں کے لیے موجود ہے۔ علاوہ ازیں ایسے ادارات اور اہم اشخاص موجود ہیں جن سے نظرِ ثانی یا مشورت کا کام لیا جا سکتا ہے بلکہ صحیح تو یہ کہ مسلمانوں کے معتمد علیہ عالمی مصنفین سے درخواست کی جائے کہ وہ اسلام کے متعلق مضامین لکھ کر دیں۔

یہ مسئلہ ڈاکٹر غلام سرور صاحب ڈائرکٹر مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ نے اُٹھایا ہے اور ٹرسٹ کئی اداروں کا نمائندہ ہے۔ اس سلسلے میں مختلف کوششیں جاری ہیں۔

برطانیہ میں مسلمانوں کے لیے دوسری مصیبت یہ درپیش ہے کہ فارم اینیمل ویلفیئر کونسل نے حکومت کے سامنے یہ مطالبہ رکھا ہے کہ جانوروں کے یہودی اور اسلامی طریقِ ذبیحہ کو ظالمانہ ہونے کی وجہ سے ۳ سال کے اندر اندر ممنوع ٹھہرایا جائے اور ایکٹ ۱۹۷۴ء میں جو گنجائش دی گئی تھی وہ واپس لی جائے۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ یہودیوں کے لیے کوئی راستہ بن جائے گا لیکن چھری صرف مسلمانوں کے حلقوم پر چلے گی۔ مسلمانوں کی طرف سے نہ صرف اعتراض کا نظریاتی اور سائنٹیفک جواب دیا جا رہا ہے بلکہ مختلف تنظیمیں مخالفِ ذبیحہ مطالبے کے خلاف آواز اُٹھا رہی ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم باہر سے حلال گوشت درآمد کریں تو مہنگا پڑے گا۔ لے دے کے آخری راستہ یہ رہ جاتا ہے کہ مسلمان سبزی خور بن کر رہیں۔ غضب ہے کہ وہاں کا مرغوب سؤر کا گوشت تو مسلمان ملکوں تک ہر جگہ موجود، اور مسلمانوں کے مطلوبہ حلال گوشت کو نایاب بنانے کا منصوبہ!

ایک نئی مصیبت یہ شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے گھر جلائے جا رہے ہیں۔ پہلے ان کے در و دیوار پر نازی جرمنی کا سواستیکا کا نشان بنا دیا جاتا ہے، پھر کسی مناسب موقع پر آگ دکھا دی جاتی ہے۔ متعدد واقعات ایسے ہو چکے ہیں کہ زندہ افراد، عورتیں اور بچے جل گئے۔ قوم پرست پولیس نہ کوئی تحفظ فراہم کر سکتی ہے، نہ مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچاتی ہے۔ آج کل کے شاندار معاشروں کی تعلیم و تہذیب میں بھی مسلکِ تعصب کا دخل۔

ایسے ہی ایک خانہ سوختہ بھائی نے اپنا قصہ لکھتے کے ساتھ ساتھ اس دردناک مصیبت سے پردہ اُٹھایا ہے کہ برطانوی ذرائع ابلاغ ـــ تمام اخبارات اور ریڈیو، ٹی۔وی، خود جناب "بی بی سی" صاحب ـــ سب کے سب مسلمانوں کی کسی مصیبت و شکایت کی رپورٹ سامنے لانے پر تیار نہیں۔ خطوط تک نہیں چھاپتے۔ دس ہزار مسلمانوں کا مظاہرہ غائب، مگر ۳ سو افراد کا ترکی کے خلاف مظاہرہ ریڈیو، ٹیلی وژن ہر جگہ موجود۔ یہاں پھر وہی تعصب ہے۔ آخر جس فلسفے اور علم اور تمدن نے ذرائع ابلاغ کے اعلیٰ دماغوں کو اس لعنت میں مبتلا کیا ہے۔ اس کو سوائے کرشمۂ طاغوت کے اور کیا کہا جائے۔ برطانیہ اور سارا مغرب مل کر بھی انسان کو انسان نہیں بنا سکا۔ بلکہ مشرق میں جو انسانی قدریں کام کر رہی ہیں۔ جدید مغرب کی طرف سے ان کو بھی ملیامیٹ کرنے کی مہم چل رہی ہے۔ اور اس مہم کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔

مسلمانوں کا تہذیبی وجود اور ان کے اندر جداگانہ تشخص کو برقرار رکھنے کا جذبہ جو عقیدتوں اور عبادتوں سے لے کر عمارتوں اور فنون تک پر چھایا ہوا ہے، اسے مٹانے کے لیے کمیونسٹوں نے وسط ایشیا کے مسلمان معاشروں میں بڑی سنگین اور اذیت رساں کوششیں برسوں جاری رکھی ہیں، مگر یہ کوششیں اس معنی میں پوری طرح کامیاب نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے اندر ایک ننھی سی ایمانی چنگاری ایسی ہمیشہ برف کی تہوں اور آہنی سلوں کے نیچے بھی برسوں موجود رہتی ہیں کہ وہ موقع پاتے ہی نور و حرارت کی شعاعیں پھیلانے لگتی ہے۔

اب بلغاریہ کی کمیونسٹ حکومت نے ایک نیا تجربہ شروع کیا ہے۔ مسلمانوں کی اجتماعی علامت مسجد ہے، سو مساجد کو ختم کیا جا رہا ہے۔ بعض کو منہدم کر دیا گیا ہے۔ بعض پر حکومت نے قبضہ کر لیا ہے۔ انفرادی طور پر ناموں کی بڑی تہذیبی اہمیت ہے جس سے مسلمان دنیا بھر میں پہچانا جاتا ہے۔ اب مسلم ناموں کو مٹانے کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ ناموں کو "بلغارایا" جا رہا ہے اور آئندہ شہریت اور دوسرے تمام حقوق کا دارومدار بلغاری ناموں پر ہو گا۔

"تاریخی طور پر بلغاریہ کا جو تعلق ترکی سے رہا ہے اس کی وجہ سے بیشتر مسلم آبادی ترکی النسل ہے۔ اس ہمسایہ ریاست کے ترکی سے تجارتی اور دوسرے تعلقات رہے ہیں۔ ترکی کے وزیر خارجہ بلغاریہ کی حکومت کو اپنی روش بدلنے کے لیے کہہ چکے ہیں، مگر بے سود۔ اب انہوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ترکی بلغاریہ کے ترک مسلم مہاجرین کو اپنے ہاں قبول کرنے کو تیار ہے۔

اُدھر سے حکومت بلغاریہ نے بعض علماء اور بہت سے دانشوروں کی یہ اپیل نشر کر دی ہے کہ ہم مسلمانوں پر نام تبدیل کرنے کے سلسلے میں کوئی جبر نہیں کیا جا رہا۔ یہ اپیل بجائے خود ایک بڑے جبر کی شہادت ہے۔

بلغاریہ کی طرح یوگوسلاویہ اور البانیہ بھی مسلم دشمن کمیونسٹوں کے تسلط میں ہے۔ بلغراد کے مرکزی جیل میں صوبہ کوسوو کے اسیرانِ ضمیر کا وجود وہاں کی جبریت کا گواہ ہے جن کے سلسلے میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی بھی رپورٹ ہے کہ حکومت کا رویہ قیدیوں کے ساتھ بہیمانہ اور توہین آمیز ہے۔ ان قیدیوں میں ضیا شمسی بھی

تھے جن کا دل کے دورے سے انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے احباب کا دعویٰ ہے کہ جیل کے سنگین حالات اور تشدد و اذیت رسانی کا جو معاملہ البانوی مخالفینِ حکومت سے ہے اس کی وجہ سے متذکرہ وفات واقع ہوئی ہے۔

جناب شمیسو مرحوم (عمر ۳۱ سال) کے خلاف جو سکول ٹیچر تھے اور ۱۳ سال کی لمبی سزا بھگت رہے تھے، حکومت کا الزام یہ تھا کہ ان کا رویہ سوشلسٹ حکومت کے لیے ضرر رساں تھا۔

ایک افسر کا یہ کہنا ہے کہ ۱۹۸۱ء سے جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کے باوجود کوسووو میں حالات درست نہیں ہوئے۔ ۳۹ ہزار البانیوں کے خلاف اب تک مقدمات چلائے جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود مخالفانہ مطبوعات برابر سامنے آ رہی ہیں، مختلف سلوگن اور فقرے در و دیوار پہ اس تیزی سے آتے ہیں کہ حکومت کے کارندے ایک بار انہیں مٹا نہیں پاتے کہ نیا ردّہ چسپاں ہو جاتا ہے۔ حکومتی تنصیبات کے پاس بم پھٹتا ہے مگر پبلک میں سے کوئی شخص گواہی دینے والا نہیں ملتا۔

تاریخ کا عجیب مذاق ہے کہ بلغاریہ والے کمیونسٹ ہوتے ہوئے مسلمانوں کے نام بدل رہے ہیں اور ادھر تھائی لینڈ والے کمیونسٹ دشمن ہوتے ہوئے یہی تجربہ دہرا رہے ہیں۔ حالانکہ تھائی لینڈ کے بدھسٹوں کو وہ تجربہ فراموش نہ ہونا چاہیے جس سے ان کے لامے اور چیلے دوچار ہو چکے ہیں۔

مگر دلچسپ یہ ہے کہ بلغاریہ والوں نے جو تجربہ جبر و تشدد سے شروع کیا، اسے تھائی لینڈ والوں نے بڑے ٹھنڈے طریقے سے چلایا ہے۔ تھائیوں نے اپنا کام سکول کے بچوں سے شروع کیا ہے۔ جبر کے بجائے انعام کا راستہ اختیار کیا ہے۔ یعنی جو بچے نام بدلیں اُن کی فیسیں ۱ ڈالر سے ۹ سینٹ (امریکی) تک معاف کر دی جائیں گی۔ ساتھ ہی نام نہ بدلنے کی صورت میں جو نتائج آئندہ نکلیں گے وہ بھی بتائے جاتے ہیں۔

ساتھ ہی پرائمری تعلیمی افسر نے حکم دیا ہے کہ سکولوں میں بدھ کے بڑے بڑے مجسمے نصب کیے جائیں۔

تھائی لینڈ سے ملحق اور اس کے زیر قبضہ ایک مصیبت زدہ علاقہ پٹانی (PATTANI) کا بھی

ہے - یہ مسلمان آبادی کی ایک پٹی ہے جو آزاد سلطنت تھی، مگر انگریزوں نے سیامیوں نے سازباز کرکے اُسے مقامی لینڈ کے ماتحت کر دیا - اس علاقہ نے آزادی کے لیے بڑی جدوجہد کی مگر آج تک پنجۂ جبر سے رہائی نہ ملی بلکہ زنجیریں کستی ہی چلی گئیں-

یہ علاقہ ۹ ہزار مربع کلومیٹر کا رقبہ رکھتا ہے - ربڑ، ٹین، تیل، عمارتی لکڑی، مچھلی اور سونے کی برآمدی پیداوار یہیں حاصل ہوتی ہیں - تھائی لینڈ کی آمدنی کا ۴۳ فیصد حصہ اسی علاقے سے حاصل ہوتا ہے -

حکومت نے اس علاقے میں دہشت گردوں کا ایک ہوّا کھڑا کر رکھا ہے اور تدارک کے لیے فوجی آدمی یہاں مامور ہے اور تمام دیہی علاقوں میں گشت کرتی ہے - فوج کو خصوصی اختیارات حاصل ہیں لہٰذا وہ دہشت گردی کے الزام یا خطرے پر جو چاہے ظلم کرتی ہے - بلکہ اسی آڑ میں لوٹ مار کرتی ہے -

ایک خاص اسکیم کے تحت شمالی علاقوں سے بودھوں کو لاکر اس علاقے میں بسایا جارہا ہے تاکہ مسلم اکثریت کا زور توڑا جائے -

اس علاقے کے صوبہ ناراتھی واٹ میں بدھ کا ایک بھاری مجسمہ ۱/۲ ملین ڈالر (امریکی) کے صرف سے نصب کیا گیا ہے -

ستم ظریفی یہ کہ جنوب میں ملایا والوں نے اپنی سرحد بند کر رکھی ہے تاکہ شمال سے ستم رسیدہ مسلمان ادھر نہ جا سکیں -

---

بھارت میں مسلم کش فسادات کا سلسلہ کبھی رکا نہیں - وہ تو معمول کی بات ہے مسلمان حکومتیں دوستانہ اور تجارتی تعلقات میں کوئی فرق آنے کے خطرے سے لب کشائی نہیں کرتیں -

پچھلے دنوں بڑا خوفناک واقعہ یہ ہوا کہ قرآن کو خلافِ قانون قرار دلوانے کے لیے عدالت عالیہ میں استغاثہ لے جایا گیا - عدالت نے بھی کوئی باقاعدہ فیصلہ دینے کے بجائے معاملہ کو گول مول چھوڑ کر استغاثہ کو اپنے ریمارکس کے ساتھ محض روک دیا - گویا شرارت کا دروازہ اب بھی بند نہیں ہے - اس استغاثہ کے سلسلے میں کم سے کم بنگلہ دیش میں بڑا بھاری مظاہرہ ہوا - البتہ پاکستان خاموش رہا -

پھر ایک مسلمان سپاہی کی وہ رٹ بھی نامنظور ہو گئی جس کی رو سے مسلمان ملازم کو مذہبی لحاظ سے ڈاڑھی رکھنے کا حق ہے۔

تازہ اقدام یہ کہ مسلم پرسنل لا میں انڈین سپریم کورٹ نے مداخلت کر کے فتنے کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے، بلکہ اُکسایا گیا ہے کہ اگر حنفی فقہ کے خلاف اعتراضات اٹھائے جائیں تو عدالت اس میں ردّ و بدل کر سکتی ہے۔ واضح رہے کہ انڈیا کی کتابِ قانون میں کئی اور قانون بھی ایسے ہیں جو مسلمانوں کے پرسنل لا سے ٹکراتے ہیں۔

بھارتی دستور کی دفعہ ۴۴ یہ کہتی ہے کہ سارے ملک کے لیے یکساں سول کوڈ نافذ کیا جائے۔ مسلمان اس سلسلے میں سخت مضطرب ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک غیر سرکاری ترمیمی بل لوک سبھا میں لایا جانا چاہیے تاکہ اس دفعہ کو تبدیل کر کے مسلمانوں کو استثنائی طور پر پرسنل لا کا تحفظ دیا جائے۔ سابق وزیر قانون مسٹر آر۔ این۔ مردھا نے کہا ہے کہ ہم مسلمانوں کے پرسنل لا سے تعرض نہیں کرنا چاہتے۔

مقبوضہ کشمیر کے پُراضطراب احوال کی بھی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

سید علی گیلانی (عمر ۵۲ سال)، امیر جماعتِ اسلامی مقبوضہ کشمیر کے ممتاز مقرر اور مقبول عام شخصیت ہیں اور کئی بار جیل کی وادیٔ پُرخار سے گزر چکے ہیں۔ گذشتہ مارچ کو انہیں پھر گرفتار کیا گیا۔ آج کل دل کی تکلیف کی وجہ سے نیشنل میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں داخل ہیں۔ اُن کا جرم یہ کہنا ہے کہ جب تک جموں اور کشمیر کے لوگ آزادانہ رائے شماری سے فیصلہ نہ کریں، ان کا انڈیا سے موجودہ الحاق آئینی حیثیت سے قابلِ قبول نہیں ہے۔

مقبوضہ کشمیر کے بجٹ اجلاس میں ایوان کے اندر سخت ہنگامہ ہوا۔ سرکاری اور اپوزیشن کے ارکان میں ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ وزیر خزانہ دیوی داس ٹھاکر کو بجٹ پیش نہیں کرنے دیا گیا۔ نیشنل کانفرنس کے فاروق گروپ اور پنتھرز پارٹی کی طرف سے اسمبلی کو توڑنے اور دوبارہ انتخاب کرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ حزبِ اختلاف کے ارکان دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ چلے گالم گلوچ ہوئی اور پھر مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ نیشنل کانفرنس کے پیارے لال ہنڈو اور محمد شفیع اور پنتھر پارٹی

کے بھیم سین کی رکنیت بجٹ اجلاس کی باقی ماندہ مدت کے لیے معطل کر دی گئی - اس سلسلے میں طلبا نے سری نگر میں مظاہرہ بھی کیا -

یوم آزادی کے موقع پر سری نگر میں پاکستان کی حمایت میں تیسرے روز بھی مظاہرے جاری رہے - پاکستان کے حق میں نعرے لگائے گئے اور جھنڈے بھی لہرائے گئے - مظاہرین اور بھارتی پولیس کے درمیان تصادم ہوا - پولیس تشدد سے کم از کم یک صد افراد زخمی ہوئے -

۱۴ اگست کو پاکستانی پرچم گھروں اور دکانوں پر لہرانے کے جرم میں ایک سو سے زیادہ کشمیری مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا - ان لوگوں کا تعلق جماعت اسلامی، اسلامی جمعیت طلبہ اور نیشنل فرنٹ سے تھا - یہ سلسلہ ہر سال اسی طرح ہوتا ہے -

فوجی اور نیم فوجی سرکاری تنظیموں نے جھنڈے اتارنے کی مہم شروع کر دی - لیکن لوگوں نے جمع ہو کر مقابلہ کیا - زبردست لاٹھی چارج ہوا اور آنسو گیس استعمال کی گئی - درجنوں افراد زخمی ہوئے -

"پاکستان زندہ باد" "غاصبو! ہمارا کشمیر چھوڑ دو" اور "بھارت مردہ باد" کے نعرے بلند کیے جاتے رہے -

مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کا ایک منصوبہ عمل میں آ رہا ہے - اس کے تحت راجوری اور بدگام میں ۸ ہزار مسلم خواتین کو بذریعہ آپریشن بانجھ بنایا گیا -

---

آسام میں ۱۹۸۳ء میں کئی ہزار مسلمانوں کے قتل عام کے بعد آسامیوں کے مخالفانہ رویے کی وجہ سے اب یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کے بعد آسام آنے والے تمام غیر ملکیوں کو نکال دیا جائے گا - ۱۹۶۶ء سے پہلے جو لوگ آئے تھے ان کو نکالا نہیں جائے گا، مگر ان کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہوگا - ۱۹۶۶ء کے بعد جو بنگلہ دیشی آسام میں داخل ہوئے اُن کو بھی خارج کر دیا جائے گا - اس فیصلے کی زد میں ۳۵ ہزار افراد (بقول دیگر ۵۰ لاکھ) آئیں گے جن میں اکثریت بنگلہ دیشی

مسلمانوں کی ہے۔

سری لنکا عرصہ دراز سے نہ صرف ایک پُر امن ملک رہا ہے بلکہ اس کے تعلقات پاکستان سے دوستانہ ہیں۔ اس جزیرے میں مسلمان حملہ آور فاتحین یا حکمرانوں کی حیثیت سے داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ تبلیغی اور تجارتی روابط بنانے کے لیے آئے تھے۔

ان کے تعلقات دو بڑے نسلی گروہوں سنہالیوں اور تامل آبادی اور بدھوں سے یکساں طور پہ دوستانہ رہے ہیں۔ حال ہی میں جو ہنگامہ آرائی انڈیا کی سلسلہ جنبانی سے تامل آبادی نے شروع کی ہے۔ اب اس کی لپیٹ میں بے گناہ مسلمان بھی آرہے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف "تاملیوں" نے کارروائی شروع کی ہے۔ اُن کے "ٹائگر" گروہ نے ۲۷ افراد کو مسجد میں حالتِ نماز میں قتل کر دیا، ایک کو مسجد جاتے ہوئے شہید کیا۔ اس کے بعد جا بجا حملے شروع ہو گئے۔

دو ہفتوں میں ۵۰ مسلمان شہید ہوئے اور دس ہزار بے گھر ہو گئے۔ "ٹائیگر" مسلمان کسانوں کی فصلیں کاٹ کر لے گئے۔ سامانوں سے بھری لاریاں لوٹی جیک کر لیں، دکانوں اور کارخانوں پر دھاوا بول کر نقدی اُڑا لی گئی۔ مسلمان خواتین کے ایک روایتی زیور جو گلوبند کی طرز کا ہوتا ہے، چھینا نوچا جانے لگا۔ ایک اسکول کو لوٹا گیا۔ حتیٰ کہ حملہ ایک مندر پر بھی ہوا جو شاید سنہالیوں یا بدھوں کا ہوگا۔ مشرقی علاقے کے ایک گاؤں کی مسجد اور ایک روضے پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور مسلمانوں کو اس طرف جانے سے روک دیا گیا۔ لوگوں کو کھمبوں سے باندھ کر وحشیانہ طور پر ختم کر دیا۔ بموں کے حملے ہوئے، عورتوں کی عصمتوں پر حملے کیے گئے۔

محمد حنیف وزیر نقل و حمل کا کہنا ہے کہ اس تباہ کاری کے پیچھے انڈیا ہے اور انڈیا کے پیچھے مشرقی یورپ کی ریاستیں ہیں۔ وزیر موصوف کو سخت شکایت ہے کہ روس، امریکہ، برطانیہ، غیر جانب دار ممالک حتیٰ کہ ہمارے عرب دوست تک انڈیا کے خلاف لب کشائی پر تیار نہیں ہیں۔

اب ذرا کچھ کرم فرمائیاں اپنوں کی بھی ملاحظہ فرمائیے۔

انڈونیشیا جو بہت بڑی آبادی کا مسلم ملک ہونے کے لحاظ سے امیدوں کا مرکز رہا ہے آجکل نہایت بری طرح سے یورپی ثقافت و معاشرت (نیم عریانی تک) اور عیسائیت کے حملوں کی شدید زد میں ہے۔

اس خرابیٔ احوال کا راز یہ ہے کہ ایک تو سوہارتو صاحب کی بیوی (FIRST LADY OF THE STATE) عیسائی ہے اور دوسری طرف انڈونیشیا کی مسلح افواج کے کمانڈر انچیف جنرل مُردانی بھی عیسائی ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ کئی سینئیر مسلمان جرنیلوں کا حق مار کر ان کو کمانڈر انچیف بنایا گیا۔ سوہارتو نہ تو بیوی سے بگاڑ سکتے ہیں۔ نہ مسلم افواج کے سربراہ سے معاملات خراب کر کے اپنے اقتدار اور زندگی کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ جنرل مردانی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ فوج اور سول میں زیادہ سے زیادہ نفری جاوا کی عیسائی آبادی سے لے رہا ہے ادھر مغرب اپنی ایڈ سے اور مشنری ادارے اپنی مالی، تعلیمی اور معالجاتی خدمات سے بری طرح نفوذ حاصل کر چکے ہیں۔ انڈونیشیا کے لئے عیسائیوں یا مغربی امپیریلزم کے خلاف ذرا سی جنبش کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت حکومت جاوہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کے ارتداد کا کام اس تیزی سے ہو رہا ہے کہ کسی اور ملک میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حالات اگر یہی رہے تو دس سال بعد "پنچ شیلا" اور "اقانیم ثلاثہ" کا دور دورہ ہوگا۔ مسلمانوں کو اس حد تک دبا دیا گیا ہے کہ ان کے بیے کسی بھی سانحہ کے خلاف آواز اٹھانا ممکن نہیں رہا۔ عیسائی پادریوں، چرچ اور مشنری تنظیموں کو کھلی چھٹی ہے۔

ملک کے دو ہزار جزائر کے تمام ہوائی اڈے چرچ آف انڈونیشیا کے ماتحت کر دیئے گئے ہیں ۷ ستمبر ۸۴ء کو سیکورٹی فورسز نے ایک مسجد منہدم کر دی۔ اکتوبر میں شدید مظاہر ہوئے، تشدد میں سرکاری اطلاع کے مطابق ۳۵ افراد ہلاک اور ۵۳ زخمی ہوئے۔ غیر سرکاری اندازوں کے مطابق مرنے والوں کی تعداد ۰۰ا سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ مسلمان رہنماؤں کے خلاف سازش کے مقدمات چلائے گئے۔ احمد سنوسی (عمر ۶۳ سال) کو جو سابق وزیر ہیں مغربی جکارتہ کی عدالت نے ۱۹ سال سزائے قید دی ہے۔ ان حالات میں خیال کیا جاتا ہے کہ اسلامی تحریک زیر زمین چلی جائے گی

حد سے زیادہ اذیت ناک خبر یہ ہے کہ یکم جون ۸۵ء کو ایک ریاستی عدالت نے بمبانگ سسپویو (BAMBONG SISPOYO) کو اس الزام میں سزائے موت سنائی کہ وہ انڈونیشیا میں اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں [1]

؎ کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہ سزا جس قانون کے تحت دی گئی ہے وہ صرف ایک دو روز پہلے منظور کیا گیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں جدید انڈونیشیا کے مذہب پنج شیلا سے ارتداد کی یہ سزا دی گئی ہے۔

سال ۸۵ء کے آغاز میں سہارتو نے خطاب میں کہا تھا کہ ہمیں انتہاپسندی اور دہشت گردی کی ہر علامت کو اٹھنے اور بڑھنے سے پہلے ہی مٹا دینا ہے۔

حکومتی پالیسی کے واحد اصول کے طور پر پنج شیلا ۱۶ اگست ۸۲ء کو اختیار کیا گیا اور مسلمانوں کی مخالفت کی پروا نہیں کی گئی۔ انڈونیشیا کی مابعد سامراجی دور کی پالیسی یہ ہے کہ ۹۹٪ مسلمانوں کو ووٹ کے حق سے محروم کر دیا جائے۔ آپ اسلام پر تنقید کر سکتے اور اس کے خلاف قانون سازی کر سکتے ہیں مگر مقدس پنج شیلا کے خلاف نہیں۔ یہ جدید "پنج بنائے ریاست" پنج بنائے اسلام سے متصادم ہیں۔

مصر میں ایک لمبا معرکہ شریعت کے داعیوں کا نپولینی ضابطۂ قانون کے محافظوں کے خلاف جاری رہا ہے۔ اول اول ۱۹۴۵ء میں مصر کے قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کی تحریک ہوئی پھر آمریت و جبریت کا سیلاب آگیا۔ ۱۹۸۰ء میں انور السادات نے ایک دستوری ترمیم کے ذریعے شریعت کو بنیادی سرچشمۂ قانون قرار دیا۔ اس ترمیم کا تقاضا تھا کہ تمام قوانین کا جائزہ لے کر مخالفِ کتاب و سنت چیزوں کو ختم اور تبدیل کر دیا جائے مگر اربابِ اقتدار اپنے فن کے بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ سادات صاحب نے دوسری طرف سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو ممنوع قرار دیا یعنی اب

[1] ترکی میں بھی اربکان اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ایسا ہی الزام تھا مگر عیسائیت کا تسلط اتنا نہ تھا کہ عدالت سزائے موت سنا دیتی۔

قانونِ شریعت کے حق میں نہ کوئی لیڈر یا عالم اٹھ سکتا تھا اور نہ عوام میں حرکت پیدا کی جا سکتی تھی۔ آخر خود سادات صاحب کے قائم کردہ ایوان ہی میں آوازۂ حق اٹھا۔ ظاہر ہے کہ اس پر "نہیں" کہنے کی جسارت تو کسی کو نہ ہو سکتی تھی۔ معاملہ ایک کمیٹی کے حوالے کر دیا گیا۔ ۱۹۸۲ء کے خاتمے تک کمیٹی نے چھ بل تیار کر دیئے جنہیں شیوخ ازہر کی تائید بھی مل گئی۔

پھر جب اگلے سال نئی اسمبلی قائم ہوئی تو اس نے کام کو آگے بڑھانے کی بجائے یہ نکتہ اٹھایا کہ متذکرہ چھ بل تو بل ہیں ہی نہیں محض مطالعاتی رپورٹیں ہیں۔ سو معاملہ ازسرِنو مذہبی امور کی ایک کمیٹی کے سپرد ہوا۔ اس کمیٹی کے کام پر بھی "نہ" کہنے کی ہمت کسی کو نہ تھی مگر "ہاں" کہنا بھی پہاڑ تھا۔ اسی زمانے کا ایک تازہ قصہ یہ ہے کہ اسلامی رجحانات کو روکنے کے لئے حکومت نے ایک مسجد پر قبضہ کر لیا ہے۔ امام کو ہٹا کر سرکاری امام مقرر کیا گیا مگر سرکاری امام کی امامت کوئی ماننا نہیں۔ آخر ایک بڑا ایجی ٹیشن اٹھا جس کے سربراہ ضعیف العمر مگر جواں ہمت شیخ سلامہ ہیں جو گرفتار ہو چکے ہیں۔ خیال رہے کہ اخوان جیسے غیر تشدّد پسند لوگوں پر ظلم ڈھانے کا آج یہ نتیجہ ہے کہ جوشیلے لوگوں سے لے کر تشدد پسندوں تک کئی نئے گروہ وجود میں آ چکے ہیں۔

پرامن دعوت کو دبانے کا نتیجہ یہی ہوا کرتا ہے۔

ایوان میں انجینیر ابراہیم شکری (لیبر پارٹی) نے کہا کہ وقت ضائع کرنے کی بجائے جو بل مرتب ہوئے تھے ان کو ایوان میں پیش کر دیا جائے، نیز شراب کی تمام بھٹیوں اور کارخانوں کو بند کر دیا جائے۔ ٹیلی وژن پر ایک نیا چینل صرف مذہبی پروگراموں کے لئے مخصوص کر دیا جائے اور فیکلٹی برائے دعوت اسلامی کو دوسرے کالجوں کے الحاق کا مجاز کیا جائے اور پارٹی کے احمد صباحی نے کہا کہ مطالبہ نفاذ شریعت میں کوئی اشتباہ ہو تو ریفرنڈم کرا لیا جائے اور متعدد اہم تقریریں ہوئیں۔ اب ڈاکٹر جاد الحق اور مفتی عبداللطیف حمزہ کے اثر سے حکومت نے پہلی مرتبہ ایک واضح مؤقف اختیار کیا۔ ڈاکٹر محبوب رفعت سپیکر اسمبلی نے اعلان کیا کہ مسئلہ شریعت میں کوئی اختلاف نہیں بحث صرف یہ ہے کہ نفاذ کیسے ہو۔ ان کے خیال کے مطابق یہ کام "تدریجاً" اور "سائنسی" انداز سے ہونا چاہیئے۔ یہ معصوم سے الفاظ بجائے خود مشکلات کا باعث بن سکتے ہیں۔ مزید یہ کام ہوا کہ اسمبلی کے مختلف حکومتی اور اختلافی ممبران نے تقریباً ۱۳ بل تیار کر لئے ہیں

جو تجارتی لین دین سے لے کر سوشل سیکورٹی تک کے مسائل کو محیط ہیں۔

اخوان کے عمرتلمسانی کا رویہ بڑا گہرا رہا۔ اُنہوں نے حکومت سے معرکہ آرائی کئے بغیر نہ اُن کے کسی غلط رجحان کی تائید کی اور نہ اُن کو ٹیڑھے راستوں پر جانے دیا بلکہ صرف اچھے نقطہ ہائے نظر کی پشت پناہی کی۔

مصر کے عیسائی شریعت کے اجراء و نفاذ کے سخت خلاف ہیں اور گرجوں میں اسلامی شریعت کی کامیابی کے خلاف دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔

مصر کی وزارتِ اوقاف نے ۳۵ ہزار مساجد پر قبضہ کا فیصلہ کیا ہے، جن میں سے ۷ ہزار پر قابو پایا جا چکا ہے۔

سوڈان میں جنرل سوار الذہب کے مارشل لا کے بعد سیاسی صورت حالات توڑ پھوڑ سے گزر رہی ہے۔ نئی پارٹیاں اور نئے مؤقف بن رہے ہیں۔ نظام اسلامی کی صبح کاذب کا خواب پریشان تو ہوا مگر ایک بڑا اہم واقعہ وسیع الاساس "سوڈانی اسلامی قومی محاذ" کی تشکیل ہے جس کے سیکرٹری جنرل جناب حسن ترابی مقرر ہوئے ہیں۔ اس میں اخوان المسلمون صوفیاً اور مشائخ کے اہم حلقے جو سوڈان میں اثر رکھتے ہیں (انصار اور ختمیہ گروہوں کے علاوہ) سلفی گروہ، طلبہ، خواتین، ڈاکٹروں کی تنظیمیں اور مزدوروں کی ٹریڈ یونینیں شامل ہیں۔ اس محاذ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ جنوبی سوڈان کے مسلمانوں کو پہلی بار سیاسی اہمیت دی گئی ہے۔ محاذ کی تشکیل کا فیصلہ ۳ روزہ کانفرنس (۹ تا ۱۱ مئی) کے موقع پر کیا گیا۔ خرطوم کے مقام پر ۲۲ سو مندوبین شریک ہوئے۔ محاذ کا مقصد اسلام اور شریعت کو سوڈانی مسلمانوں کی زندگیوں پر جاری کرنا ہے۔ محاذ کی تشکیل سے لادین اور اشتراکی حلقوں میں تشویش پھیل گئی ہے۔ کانفرنس کے بعد مطالبۂ نفاذِ اسلام کے لئے جلوس نکالا گیا جس میں ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ حکومت نے اس جلوس کی خطرناکی کے پیش نظر آئندہ کے لئے جلوس نکالنا ممنوع قرار دے دیا۔

ام درمان یونیورسٹی میں علماء کی ایک کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ ستمبر ۸۳ء میں جو اسلامی قوانین نافذ کئے گئے تھے وہ برقرار رہنے چاہئیں اور علماء اسلام سے روگردانی کو برداشت نہیں کریں گے۔ شیخ عوض اللہ مفتی سوڈان نے ایسی شرانگیز آوازوں پر سخت گرفت کی ہے جن کا مقصد شریعت کو نامعقول قرار دینا اور اس کے حقائق پر مبنی ہونے کی نفی کرنا ہے (واضح رہے کہ ایسی کالی

بھیڑیے اور بھیڑیئے یہاں بھی موجود ہیں اعوام کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ خدا کی شریعت کے خلاف حملوں کا توڑ کریں۔

دوسری طرف سوڈان کے کیتھولک بشپوں کی کانفرنس نے عبوری فوجی کونسل سے کہا ہے کہ کونسل قوانینِ شریعت کو تبدیل کر دے (یہ پوری لادینی اور عیسائی دنیا کی خواہش ہے) کیونکہ شریعت ان کو آزادیٔ ضمیر سے محروم کر دیتی ہے اور غیر مسلموں کے حقوق کو پامال کرتی ہے، (یا وہ گوئی کی بھی حد ہے) مطالبہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ عیسائیوں کی بہبود کا ایک الگ محکمہ کیا جائے تاکہ عیسائی سرگرمیوں میں سہولتیں پیدا ہوں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ آج مسلمانوں کے سوڈان میں اہم ترین شخصیت کونسی ہے؟

وہ شخص جان گیرنج (J-GARANG) ہے۔ چھ "م" اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔
۱۔ مبارک حسنی۔ ۲۔ موئے (MOI) ۳۔ مینگستو (MANGISTU) ۴۔ میچل (MACHEL)
۵۔ موبوٹو۔ ۶۔ موگابے۔ علاوہ ازیں دس افریقی حکومتیں اس کی پشت پر ہیں۔

یہ شخص سوڈان کا باغی عیسائی لیڈر ہے مگر قحط اور اقتصادی زبوں حالی کی زد میں آکر جب نمیری نے تحریک نفاذِ اسلام کا ٹاٹ لپیٹا تو مغرب سے انعام کے طور پر امداد کا سیلاب آنا شروع ہوا۔ عیسائی مشنریوں اور تنظیموں کا ایک جال بچھ گیا ہے اور اس سلسلے میں مرکزی اہمیت مقامی عیسائی لیڈر کو مل گئی ہے۔ غذائی سامان کے ساتھ بائیبل کے نسخے تقسیم ہو رہے ہیں اور سوڈان کے انقلابی اقتدار نے دس سال کے لئے مغرب کی پشت پناہی سے کام کرنے والی عیسائی تنظیموں کو جا بجا ادارے کھولنے، ہسپتال قائم کرنے، مدرسے تعمیر کرنے اور عوام میں نفوذ کرنے کے پورے اختیارات (بلا مداخلت حکومت) دے دیئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج باغی عیسائی لیڈر کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

سوار الذہب کے سوڈان کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اریٹریا سے آنے والے مصیبت زدہ مسلمان مہاجرین کو ایتھی اوپیا واپس بھیجنے کا اعلان اس اصولی بنیاد پر کیا ہے کہ ہم ایتھی اوپیا میں تقسیم اور علاقائی علیحدگی پسندی کے حق میں نہیں ہیں۔ اس کی وحدت اور

سالمیت ہمیں عزیز ہے۔

نائیجریا میں میتھاڈسٹ چرچ کے بشپ نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اسے شرعی عدالتوں کے قیام کے مطالبے پر کان نہیں دھرنے چاہئیں۔ یہ پہلا عیسائی چرچ ہے جس نے شریعت کے خلاف (سوڈان کے علاوہ) کھلم کھلا آواز اٹھائی ہے (ورنہ یہ کام تو مسلمان خود ہر جگہ بخوبی انجام دے رہے ہیں) بشپ کہتا ہے کہ شریعت کا اجراء عدم رواداری کی تبلیغ کے ہم معنی ہے اور شریعت کی مخالفت کرنا گویا رواداری کی علمبرداری ہے۔

اب دوسرا رخ:

الجیریا کی سیکورٹی کورٹ سے ۷۰ ایسے افراد کو ۲۲ سال تک قید کی سزائیں سنائی گئی ہیں جن کے متعلق الزام ہے کہ وہ الجیریا کی خفیہ اسلامی تحریک کے ارکان یا ہمدرد ہیں۔ ان کے لیڈر مصطفیٰ بوعلی کے لئے ان کی عدم موجودگی میں سزائے موت کا فیصلہ ہوا ہے۔

ناجائز اسلحہ رکھنے کے الزام میں ۳۱ داعیانِ اسلام کو ۳ تا ۱۲ سال کی سزائے قید دی گئی ہے۔ سزا یافتگان میں ۴ نوجوان ائمہ مساجد ہیں جن کو ۳ تا ۵ سال کی سزا ہوئی ہے۔ ۵ غیر حاضر افراد کے لیے موت کی سزا کا فیصلہ ہوا ہے۔

۱۹۸۲ء میں کمیونسٹ اور مسلم طلبہ کے ایک تصادم کے نتیجے میں جو مسلمان طلبہ گرفتار ہوئے تھے۔ ان کی رہائی کے لیے مظاہرے کرنے کے الزام میں درجنوں علماء اور مسلم دانشوروں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ان میں جن کو اب رہا کیا گیا ہے ان پر بھی سخت نگرانی قائم ہے۔

نائیجریا کے بشپ صاحب کو اطمینان ہونا چاہیے کہ ہمارے مسلمان حکمران اسلام کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دے سکتے، لہٰذا ان کو مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔

لبنان میں شیعہ "عمل" گروپ نے جو قہر فلسطینی مسلمانوں پر ڈھایا۔ اس کی تفصیلات عام بھی ہو چکی

ہیں اور ایرانی بھی۔ کیا ستم ہے کہ مار دھاڑ نہایت بہیمیت سے کی گئی، عورتوں اور بچوں کو درندوں کی طرح مارا گیا۔ عجیب حادثہ ہے کہ اسرائیل بھی فلسطینیوں کا دشمن ہے، لبنان کے فلانجی عیسائی بھی اور شیعہ عمل گروپ بھی۔ خدا نہ کرے مگر شاید فلسطینیوں کی اس بات پر گرفت ہوئی ہے کہ انہوں نے اسلامی نظریہ و کردار کا راستہ اختیار نہ کر کے مسلمانانِ عالم سے اپیل کرنے کے بجائے محض ایک مظلوم عرب قوم کے تصور سے پالیسیاں بنائیں۔ لیکن اس سے شیعہ عمل گروپ کی حرکتِ شنیع میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اب شام کی سنیے:

۵۰ سیاسی قیدی جن میں ۱۵ فوجی افسر تھے، گذشتہ ۱۰ رجون کو شیخ مسکین نامی جیل خانے میں ہلاک کر دیئے گئے۔ سرکاری اعلان کے مطابق وہ جیل سے فرار ہونے کے لیے جمع ہوتے تھے۔ حالانکہ حقیقتہً ان کو جیل والوں نے خود ایک میدان میں جمع کیا، پھر ان کو نشانہ تعذیب بنایا اور آخر میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ بریگیڈیئر جنرل نصیف جو "دمشق کے قسائی" کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ موقع پر اس خونی ڈرامے کے خود ڈائریکٹر تھے۔

ٹیونس میں اسلامی تحریک کے لیے ۳ سالہ دَورِ تشدد ابھی پورا ہوا ہے۔ اب تحریک پھر اُبھر آئی ہے۔ جس کا مقصد ملک کے سیاسی و اجتماعی مسائل کو اسلام کے مطابق حل کرنا ہے۔ ۶ رجون ۱۹۸۱ء کو تحریک شروع ہوئی۔ اور اب ۶ رجون ۱۹۸۵ء کو پھر نمودار ہوئی ہے۔

راشد الغنوشی (رہا شدہ نوجوان لیڈر) کا کہنا ہے کہ اگر داخلی افتراق و تصادم اور پاور بلاکوں کی ریشہ دوانیوں سے بچنا ہے تو سوائے اسلام کے کوئی راہ فلاح نہیں۔ تحریک اسلامی کھلی اور جمہوری کشمکش چاہتی ہے، مگر غنوشی کی پارٹی کو اول روز سے الاتجاہ الاسلامی کے نام سے رجسٹرڈ نہیں کیا جا رہا۔ درآنحالیکہ ماسکو کی کمیونسٹ پارٹی کو کام کی اجازت حاصل ہے۔ گورنمنٹ چاہتی ہے کہ ایک تو لفظ "اسلام" کو نام سے نکال دیا جائے، دوسرے مسجدوں میں کام نہ کیا جائے۔ محض غیر سیاسی کلچرل تنظیم کی حیثیت سے جماعت رجسٹرڈ کی جا سکتی ہے۔ ساری رکاوٹوں کے باوجود پارٹی عملاً (DE - FACTO) موجود ہے۔

ہم خیال طلبہ نے ایک کانفرنس گذشتہ اپریل میں طلب کی۔ اس میں ۱۵ ہزار طلبہ شریک ہوئے۔

ٹیونس کی جنرل یونین آف ورکرز اسلامی پارٹی کے ساتھ ہے۔ بس بائیں بازو کی جماعتوں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔

ہم پہلے ایک شمارے میں جناب "غنوشی" کے انٹرویو کا ترجمہ دے کر واضح کر چکے ہیں کہ ٹیونس میں مغرب کی غیر حیادارانہ ثقافت اور دیگر لغویات کا کتنا بڑا طوفان اُمڈ چکا ہے اور کس طرح شراب قومی معیشت کی رگوں کا خون بن چکی ہے۔

ایک اچھی خبر بھی!

برما میں قرآن کریم کے برمی ترجمے کی نو جلدیں تیار ہو چکی ہیں۔ ۳ جلدیں جن میں دس دس پارے ہیں چھپ گئی ہیں۔ یہ کام چھ اسلامی تنظیموں کی کمیٹی کی نگرانی میں ہو رہا ہے اور اس میں حکومت برما سالانہ تقریباً ۱۱۷۶۰ ڈالر کی امداد دے رہی ہے۔ کمیٹی کے سربراہ علامہ غازی ہاشم ہیں۔ اب تک براہ راست نگرانی پالی زبان کے مشہور ماہر مسٹر احمد قاسم مرحوم نے کی۔

دیگر مطبوعات میں عرب "حکایات و اقوال"، "مولا علی"، "کربلا" اور "الف لیلہ" شامل ہیں۔

مختلف مسلمان گروہوں اور تنظیموں کے لوگ گرمیوں کی چھٹیوں میں اسلام کے متعلق خصوصی مذہبی کورس پڑھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ ان میں معروف برمی مسلم خواتین کی لیگ، جمعیت العلما اور شیعی گروہ شامل ہیں۔ ان کورسوں میں اسلامی تاریخ کے ساتھ برما کی تاریخ بھی پڑھائی جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔ مسلمان طلبہ رنگون کی آرٹ اور سائنس یونیورسٹی اور میڈیکل کالج میں اجتماعات کرتے ہیں اور تربیتی پروگرام عمل میں لاتے ہیں۔

پراودا ۲۱ جون کی اشاعت کے مطابق کمیونسٹوں کی توقعات اب عرب ایرانی خطوں پر خاص طور پر مرکوز ہوتی جا رہی ہیں۔ عرب ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں اور ان کے ورکروں کے نمائندوں

کی کانفرنس میں جو یونانی قبرص میں منعقد ہوئی تھی، یہ بتایا گیا ہے کہ جمہوری اور مخالف سرمایہ داری پروگرام کو کمیونسٹ اب خلیج عرب / فارس ــــ اور جزیرۃ العرب میں چلا رہے ہیں - اب اس علاقے کو سرزمین "امید" سمجھا جا رہا ہے - اس سلسلے میں مرکزی کمیٹیوں کے نمائندگان کا اجلاس جنوری ۸۵ء میں ہوا تھا -

اِدھر جنوبی یمن میں مارکسی تحریک، شہنشاہیت اور مخالفِ انقلاب قوتوں کے زیرِ اثر داخلی وحدت اور تنظیمی ہیئت اور سازشوں کے بحران سے دوچار ہے -

کمیونسٹوں کا دوسرا مرکزِ امید شمالی افریقہ ہے ــــ خصوصاً مراکش جہاں آزادی اور حقوقِ مزدوراں کی تحریک زور پکڑ رہی ہے -

---

باتیں اور مسائل اتنے جمع ہو گئے ہیں کہ میں انہیں سمیٹنے پر قادر نہیں ہوں - ترجمان کے محدود صفحات لمبی تحریر کے متحمل نہیں، مگر بارہا مجھے زیادتی کرنی پڑتی ہے -

اب صرف ایک بات اور!

امریکہ اور سارے یورپ میں آج ایک عجیب طوفان برپا ہے - مہینے بھر سے جرائد ایک ہی قضیے سے بھرے چلے آ رہے ہیں -

یہ ہے "ایے، آئی، ڈی، ایس" (A I D S) کا قصہ - خون میں ایک خاص وائرس پیدا ہو جاتا ہے جو خون کے سفید ذرات پر حملہ کر کے ...... جسم کے دفاعی نظام کو تباہ کر دیتا ہے - اکا دکا دوائیں تو نمودار ہو رہی ہیں، مگر بس وہ "سائنٹفک اور میڈیکل" دنیا کے ٹوٹکے ہیں جو یقینی نہیں ہیں -

داستانِ عبرت یہ ہے کہ پہلے انفرادی سطح پر مغرب والوں نے "سدومیت" (عملِ قومِ لوطؑ) کو لبیک کہا - پھر یہ وبا عوامی ہو گئی - لہٰذا عوام کی حاکمیت کے دباؤ سے یہ جُرمِ شنیع حلال کر دیا

گیا - پھر "سدومیوں" میں باقاعدہ مناکحتیں برسرِعام ہونے لگیں - لوگ سمجھے کہ مفت کا عیش ہے - آخر انکشاف ہوا کہ یہ تو خطرناک روگ کا باعث ہے - اس وقت امریکہ میں (A I D S) کے مریضوں کی تعداد ۳۰ ہزار تک پہنچ گئی ہے - چونکہ مرض چھوت والا ہے، اس لیے خطرہ ہے کہ چند برس میں تعداد نصف ملین تک پہنچ جائے گی -

اس مرض کا خوف سرطان سے بھی زیادہ زوردار ہے - مدارس میں اس کے مریض طلبہ کا داخلہ بند کیا جا رہا ہے اور ہسپتالوں نے اس کے شکار افراد کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے - یہاں تک کہ ایک عورت مرگئی تو اس کا شوہر اپنے حقیقی بچے کو اپنانے سے اس بنا پر تیار نہ ہوا کہ شاید بچے میں "ایڈز" کے جراثیم موجود ہوں -

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے قوم لوطؑ کو اس خطرناک بلا سے باز رکھنا چاہا تھا - مگر نہ اس وقت کے غیر سائنسی لوگ ماننے پر تیار ہوئے اور نہ آج کے سائنس پرست! ــــ اب نتائج بد دیکھ لو -

تم لوگ ایک دن لحم خنزیر کے بھی ایسے تباہ کن اثرات سے آگاہ ہو گے کہ بچاؤ کا وقت گذر چکا ہوگا -

برادرانِ ملت! سوچیے کہ یہ ترقی یافتہ اور مہذب قومیں کس طرح تباہی کی طرف جا رہی ہیں - خدا کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسی مقدس روشنی عطا کی -

---

آیئے آخر میں خدا سے دُعا کریں کہ وہ پاکستان والوں کو بھی، اسلامی ممالک کو بھی اور دُنیائے انسانیت کے ہر حصے کو بھی ہدایت سے نوازے اور یقیناً ایسا ہو کر رہے گا -

ؔ آسماں ہو گا سحر کے نُور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی